زبانِ قرآن کی شناخت

قسط(۲)

آیت اللہ محمد ہادی معرفت
مترجم۔ حسین نواز

پہلی قسط میں ہم نے یہ بیان کیا تھا کہ زبانِ قرآن کی شناخت ، دیگر زبانوں کی شناخت سے مختلف ہے اور جن اصول محاورہ (اصول لفظیّہ) کی مدد سے دوسری باتوں کو جانچا جاتا ہے ، قرآن کی باتوں کو ان سے نہیں جانچنا چاہیے۔

پہلی قسط میں تین اصطلاحات یعنی حیلولہ ،اذن اور مشیئت کا تفصیل سے ذکر کیا گیا تھا اب چند دیگر نمونوں کا جائزہ لیتے ہیں۔

(۴) أرض :۔ قرآن کریم میں أرض کا لفظ اپنی مختلف صورتوں (ارض ، ارضی ، ارضکم ، ارضنا ، أرضهم) کے ساتھ چار سو اکسٹھ (۴۶۱) مرتبہ آیا ہے۔

لیکن ان تمام مقامات پر ایک ہی معنی میں استعمال نہیں ہوا ہے۔بلکہ موضوعات کی مناسبت سے ، تین معانی میں استعمال ہوا ہے۔

☆بمعنی زمین (کرہ ارض) آسمان کے مقابلے میں۔ جیسے

" اِنَّ اللّٰه ، یُمسِكُ السَّماوَاتِ وَالْأرضَ اَنْ تزُولاَ " (۱)

ترجمہ :بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کو زائل ہونے سے روکے ہوئے ہے۔

" قل ءَ إنّکُم لَتکفُرُونَ بالّذیْ خَلَقَ الْأَرْضَ فِی یومَینِ "(۲)

ترجمہ :آپ کہہ دیجیے کہ کیا تم لوگ اس خدا کا انکار کرتے ہو جس نے ساری زمین کو دو دن میں پیدا کیا۔

" وَمِنْ آيَاتِهِ أَن تَقُومَ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ بِأَمْرِهِ " (۳)

ترجمہ: اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ آسمان وزمین اس کے حکم سے قائم ہیں۔ قرآن میں یہ لفظ کرہ ارض کے معنی میں اسی مرتبہ سے بھی زیادہ آیا ہے۔

☆بمعنی وسعت زمین (وجہ البسیطہ، پھیلا ہوا چہرہ)

"قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِكُم سُنَنٌ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ "(۴)

ترجمہ: تم سے پہلے مثالیں گزر چکی ہیں۔ اب تم زمین میں سیر کرو اور دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوتا ہے۔

" وَإِذَا ضَرَبْتُم فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيكُم جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ " (۵)

ترجمہ: اور تم زمین میں سفر کرو تو تمہارے لئے کوئی حرج نہیں ہے کہ اپنی نمازیں قصر کر دو۔

" وَقَطَّعْنَاهُمْ فِي الْأَرْضِ اُمَمًا مِّنْهُمُ الصَّالِحُون وَمِنْهُم دُونَ ذَٰلِكَ " (٦)

ترجمہ: اور ہم نے بنی اسرائیل کو مختلف ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا بعض نیک کردار تھے اور بعض اس کے خلاف۔

" مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَن يَّكُونَ لَهُ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ "(۷)

ترجمہ: کسی نبی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ قیدی بنا کر رکھے جب تک زمین میں جہاد کی سختیوں کا سامنا نہ کرے۔

" أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا ....." (۸)

ترجمہ: تو کیا یہ لوگ زمین میں سیر نہیں کرتے کہ دیکھیں۔

" فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ " (۹)

ترجمہ: پس زمین میں سیر کرو اور دیکھو کہ جھوٹوں کا کیا انجام ہوتا ہے۔

ان آیات میں "ارض" سے مراد کرہ ارض نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ آسمان میں سیر نہ کرو بلکہ مقصد وسیع و عریض زمین پر سیر کرنا ہے۔ اس معنی میں یہ لفظ قرآن پاک میں دوسو ساٹھ سے بھی زیادہ مرتبہ آیا ہے۔

☆آبادی (الارض المعمورہ یعنی آباد زمین) جو کہ ایک سو بارہ مرتبہ سے بھی زیادہ معنی میں آیا ہے مثلاً

" وَاِن كَادُوا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْأَرْضِ لِيُخْرِجُوكَ مِنْهَا " (۱۰)

ترجمہ: یہ لوگ پے در پے مزاحمتوں کو ایجاد کر کے تمہیں تیرے شہر سے باہر نکال دینا چاہتے تھے۔

:۔استفزاز کا مطلب، باہر دھکیلنے کے لئے مزاحمت و رکاوٹ کا ایجاد کرنا ہے۔

لہٰذا ارض کا یہاں پر معنی شہر ہے یعنی مکہ مکرمہ ... ساری زمین مراد نہیں ہے۔

" وَاَورَثَکُم اَرضَهُمْ وَدِیَارَهُم وَ امْوَالَهُم وَاَرضًالَّم تَطَؤُوهَا " (۱۱)

ترجمہ :اور پھر تمہیں ان کی زمین ان کے دیار، اموال اور زمینوں کا بھی وارث بنادیا۔ جن میں تم نے قدم بھی نہیں رکھا تھا۔

مراد یہ ہے کہ انکی آبادیاں اور شہر، نیز کے اموال واسباب اور مال مویشی تمہارے ہاتھ لگ گئے یعنی بنی نفیر کے شہر وآبادیاں مراد ہیں کہ جو مسلمانوں کے قبضے میں آئیں۔ (۱۲)

" اَوَلَمْ یَرَوا اَنَّا نَأتِی الْأَرضَ نَنقُصُهَا مِن اَطْرَافِهَا وَاللّٰهُ یَحْکُمُ لاَ مُعَقِّبَ لِحُکْمِهٖ وَهُوَسَرِیْعُ الْحِسَابِ "(۱۳)

ترجمہ :کیاان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ ہم کس طرح زمین کی طرف آکر اس کو اطراف سے کم کر دیتے ہیں۔ اور اللہ ہی حکم دینے والا ہے کوئی اس کے حکم کا ٹالنے والا نہیں ہے۔ اور وہ بہت تیز حساب کرنے والا ہے۔

" أَفَلاَ یَرَوْنَ أَنَّانَأتِی الأَرضَ نَنقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا أَفَهُمُ الْغَالِبُون " (۱۴)

ترجمہ : تو کیا یہ نہیں دیکھتے ہیں کہ ہم برابر زمین کی طرف آتے جارہے ہیں اور اس کو چاروں طرف سے کم کرتے جارہے ہیں کیا اس کے بعد بھی یہ ہم پر غالب آجانے والے ہیں۔

ان دو آیات کی تفسیر میں اختلاف نظر پایا جاتا ہے۔ جو زیادہ قرین صحت ہے وہ آبادیوں کا ویران ہونا ہے ... ارض یعنی آبادی، اور نقصان یعنی اس کا ویران ہونا۔

دونوں آیات کا معنی یہ ہوگا : کیا تم نہیں دیکھتے کہ انکی آبادیاں آہستہ آہستہ ویران ہو رہی ہیں ؟ اس معنی پر جزاء محاربین والی آیت دلالت کرتی ہے۔

" اِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِیْنَ یُحَارِبُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْأَرضِ فَسَاداً ، اَن یُقَتَّلُوا اَوْ یُصَلَّبُوا اَوتُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَ أَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلاَفٍ ، أَوْیُنفَوا مِنَ الْأَرضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَهُم فِی الآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ " (۱۵)

"ترجمہ : پس خدا اور رسولؐ سے جنگ کرنے والوں اور زمین میں فساد کرنے والوں کی سزا یہی ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے یا سولی پر چڑھا دیا جائے یا اُن کے ہاتھ اور پیر مختلف سمت سے قطع کر دیئے جائیں یا انہیں ارض وطن سے باہر کیا جائے۔ یہ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے آخرت میں عذاب عظیم ہے۔

محاربین کے لئے چار قسم کی سزا متعین کی گئی ہے۔

ا۔ قتل :۔ تلوار یا کسی دوسرے آلہ کے ذریعے مار دینا۔ "یقتّلوا" (باب تفعیل) شدت عمل کو ظاہر کرتا ہے۔ یعنی

اُن کے ساتھ کسی قسم کی نرمی اور رعایت مناسب نہیں ہے۔

۲۔ صلب :۔ سولی پر لٹکانا۔

۳۔ دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں قطع کرنا اور پھر چھوڑ دینا۔

۴۔ زمین یا علاقے سے باہر کر دینا (شہر بدر کرنا)

یہاں زمین سے باہر نکال دینے سے کیا مراد ہے ؟

تمام فقہاء رضوان اللہ علیھم ، نے اسکی یوں تفسیر کی ہے۔آبادیوں سے باہر نکال دینا۔ اور یہ آیہ کریمہ خود اس بات کی شاھد ہے کہ 'ارض' یہاں پر شہر اور آبادی کے معنی میں آیا ہے۔ کیونکہ قرآن خود اپنا مفسر ہے " **القُرآنُ يُفَسِّرُ بَعضُهُ بَعْضاً** " ترجمہ : قرآن کی بعض آیات بعض دوسری آیات کی تفسیر کرتی ہیں۔

اس بارے میں بزرگان دین خصوصاً آئمہ ھدیٰ (ع) سے روایات منقول ہیں۔ ان میں "نقص الارض" کو "فقد العلماء" یعنی علماء و دانشوروں کے فوت ہو جانے سے تفسیر کیا گیا ہے۔

علامہ طبرسی اس آیت کے بارے م مختلف اقوال پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

" **نقصها، بذهاب علمائها فقهائها وخيار اهلها (عن عطا و مجاهدو البلخى** "

اسی طرح ابن عباس، سعید بن حبیر اور ابی عبد اللہ امام صادق (ع) سے بھی مروی ہے . . .) (۱۶)

ایک دوسری جگہ پر تحریر کیا ہے۔

و قیل :**بموت العلماء** (علماء کی موت سے) نیز **أبی عبد الله الصادق** (ع) سے منقول ہے۔

آپ نے فرمایا "**نقصانها ذهاب عالمها**" (۱۷) ترجمہ :اس کا نقصان اس کے علماء کا چلے جانا (فوت ہو جانا) ہے۔

اس تفسیر کے مطابق، زمین کا نقصان اور آبادیوں کا ویران ہو جانا دانشوروں کے فوت ہو جانے سے وابستہ ہے۔ چونکہ زمین کی آباد و دانش سے وابستہ ہے اور دانشمندوں کے چلے جانے سے اور جہالت و نادانی کے آجانے سے آبادی بھی ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ علم و دانش آبادی کا سرمایہ ہے، جہالت اور نادانی ہر ویرانی کی بنیاد ہے

بنیادی طور پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو آباد کرنے کے لئے پیدا کیا ہے لہذا اسے دانش سکھائی تا کہ آبادی کا سبب بنے۔

" **عَلَّمَ ٱلإِنسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ** " (۱۸)

ترجمہ :انسان کو سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

" هُوَ اَنْشَاَكُم مِنَ الْاَرضِ وَاسْتَعْمَرَكُم فِيْهَا " (۱۹)

ترجمہ: اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور اس میں آباد کیا۔

(۵)۔ سماء:۔ قرآن میں سماء (بلحاظ مفرد لفظ) ایک سو بیس (۱۲۰) مرتبہ اور جمع کے لفظ کے ساتھ یعنی سموات، ایک سو نوے مرتبہ آیا ہے۔ سماء قرآن میں دو معانی میں آیا ہے۔

☆ جہت فوق (بالائی سمت) صرف بالائی سمت مراد ہے نہ کہ کوئی دوسری چیز۔ دوسری جہات کی طرح جیسے فوق (اوپر)، تحت (نیچے)، یمین (دائیں)، امام (سامنے)، خلف (پیچھے)

سماء، "سمو" سے، بمعنی "علو" (اوپر والی سمت) لیا گیا ہے۔ مثلاً درج ذیل آیات میں صرف جہت فوق (اوپر والی سمت) مراد ہے اور کوئی مخصوص جگہ مراد نہیں ہے۔

"اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَاءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌ بقدرها (۲۰)

ترجمہ: اس نے آسمان سے پانی برسایا تو وادیوں میں بقدر ظرف بہنے لگا۔

" وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَاءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِها "(۲۱)

ترجمہ: اور اللہ نے آسمان سے پانی نازل کیا اور اس کے سبب زمین کو اسکی موت کے بعد دوبارہ زندہ کیا۔

"وَاَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَآءً فَاَسْقَيْنَا كُمُوهُ"(۲۲)

ترجمہ: اور ہم نے ہواؤں کو بادلوں کا بوجھ اٹھانے والا بنا کر چلایا ہے۔ پھر آسمان سے پانی برسایا ہے۔ جس سے تم کو سیراب کیا ہے۔

☆۔ اجرام سماوی و فلکی:۔ جو چیز خاص پہچان اور خصوصیات کے ساتھ اوپر موجود ہیں یہ دوسرا معنی تمام آسمانی کُروں اور کہکشاؤں پر لاگو ہوتا ہے۔ ان میں سے ہر کوئی "سمائی" ہے۔ اور اصطلاحاً حال پر اسم محل رکھا گیا ہے۔

ہر کرہ، ہر ستارہ اور ہر کہکشان، سماء ہے مطالب کیونکہ وہ سماء (جہت وسمت فوق) پر واقع ہے۔

یہاں پر دو مطالب کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

۱۔ سمت فوق سے کیا مراد ہے؟ در صورتیکہ آسمان اور جو کچھ اس میں ہے وہ زمین کو محیط ہے یعنی گھیرے ہوئے ہے۔ کرہ ارض کو تمام اطراف سے گھیرے ہوئے ہے۔ صرف سمت فوق نہیں ہے۔

۲۔ "سبع سموات" کی تعبیر کس بنیاد پر ہے؟

سمت فوق صرف ایک نسبی امر ہے، ساکنین زمین کی نسبت، وہ جو کچھ از محیط زمین سے باہر مشاہدہ کرتے ہیں وہ اپنے سر کے اوپر دیکھتے ہیں۔ وہ اس بات کی طرف متوجہ نہیں ہوتے کہ زمین اور آسمان جو زمین کو احاطہ کئے

ہوئے ہے وہ کروی ہے اور احاطہ کئے ہوئے ہے۔ وہ صرف اسی ظاہری احساس کی بنا پر کہتا ہے۔ وہ گمان کرتا ہے کہ آسمان اور جو کچھ آسمان میں ہے وہ زمین کے اوپر ہے۔

انسان وقت دعا آسمان کی طرف رخ کر کے اپنے ہاتھوں کو اوپر اٹھاتا ہے، یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ خیرات و برکات کو محیط کے باہر سے وصول کرتا ہے۔ زمین کے جس طرف بھی ہو وہ محیط سے خارج کو، زمین سے باہر اور اپنے اوپر خیال کرتا ہے وگرنہ زمین تو گردش کی حالت میں ہے اور آسمان حرکت کی حالت میں ہے۔ نہ اوپر ہے نہ نیچے جو کچھ ہے وہ حرکت میں اور دائرہ کی شکل میں گھومنے کی حالت میں ہے۔ صرف ظاہری حسّ کی وجہ سے یہ کیفیت پیدا ہوتی ہے نہ یہ کہ حقیقت میں ایسا ہی ہے۔

"سبع سموات" (سات آسمان) سے مراد کیا ہے؟

قدیم ماہرین فلکیات یہ خیال کرتے تھے کہ زمین محور عالم ہے اور خود ساکن ہے اور زمین کے ارد گرد جو کچھ ہے وہ زمین کے گرد چکر لگا رہا ہے۔

شیخ بہائی نے کتاب "تشریح الافلاک" میں لکھا ہے:

کائنات سات باہم ملے ہوئے کروں سے تشکیل پائی ہے۔ نو فلک علوی (اوپر والے) اور چار سفلی (نیچے والے) عناصر جو کہ کائنات کے وسط میں ہیں یعنی کرہ ارض، پھر کرہ آب (پانی) کہ جو بمقدار نصف ہے اور صرف زمین کے حصے کو احاطے کئے ہوئے ہے۔

سوم کرہ ہوا، چہارم کرہ ناری (آگ)۔ عالم سفلی کے اصلی چار عناصر مٹی، ہوا، پانی اور آگ سے تشکیل پاتے ہیں۔ اس کے بعد نو افلاک ہیں۔ فلک قمر، فلک عطارد، فلک زہرہ، فلک شمس، فلک مریخ، فلک مشتری، فلک زحل، فلک ثوابت، فلک اطلس یا فلک الافلاک کی وجہ سے گھومتے ہیں۔

تمام دوسرے افلاک، ہر کوئی، اپنی حرکت کو اپنے ہی مدار میں انجام دیتا ہے لیکن یہ سب فلک الافلاک کے اندر ہی واقع ہیں۔ (۲۳)

شیخ سبع سماوات اور عرش و کرسی کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

سات سیاروں کے افلاک ہی سبع سماوات ہیں۔ فلک ھشتم عرش اور فلک الافلاک کرسی "وَسِعَ کرسیُّه السماوات والارض" "تمام آسمان اور زمین کرسی کے اندر یعنی فلک الافلاک کے اندر ہیں۔" (۲۴)

سید ھبۃ الدین شہرستانی، قدما کے نظریہ بطلیموس پر قائم نظریہ کو رد کرتے ہوئے جدید نظریہ پیش

کرتے ہیں۔ جو بقول انکے روایات سے ماخوذ ہے۔ انہوں نے یوں فرض کیا ہے کہ سبع (سات زمینیں، جیساکہ ادعیر میں آیا ہے) سے مراد سات محرے ہیں جو کہ سورج کے گرد ہیں۔ زمین، زھرہ، عطارد، مریخ، مشتری، زحل، یورینس ''سماوات سبع (سات آسمان) ہوایا بخارات ہیں کہ جنہوں نے ان تمام کروں کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔

پس خورشید کے گرد چکر لگانے والے سات کرے، سات زمینیں ہیں۔ ہر ایک کو احاطہ کئے ہوئے، ایک آسمان شمار ہوتا ہے۔ کلی طور پر سات آسمان ہیں جو سات زمینوں کو احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ اس بارے میں امام علی رضا (ع) سے ایک حدیث منقول ہے حضرت ہر ایک زمین اور آسمان کو ظاہر کرنے کے لئے، اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو پھیلاتے ہیں پھر دائیں ہاتھ کو اس کے درمیان رکھتے ہیں پھر فرماتے ہیں۔

''یہ زمین ہے اور جو اسے احاطہ کئے ہوئے ہے وہ آسمان ہے'' پھر فرمایا:۔ جس زمین پر ہم موجود ہیں وہ پہلی زمین شمار ہوتی ہے اور جو آسمان اس پر محیط ہے وہ پہلا آسمان ہے۔ اس کے اوپر دوسری زمین اور اس کے ارد گرد دوسرا آسمان ہے اسی طرح تیسری زمین اور تیسرا آسمان پھر چوتھا، پانچواں بالآخر ساتواں۔ طنطاوی اس سلسلے میں تسامح سے کام لیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''دانشور حضرات نے اسلاف کی روش اور انداز کو باطل قرار دیا ہے کیونکہ وہ عقل وشرع کے مطابق نہ تھا اور کہتے ہیں۔ سماوات سبع، جو قرآن میں آیا ہے وہ سات کے عدد کو حصر قرار نہیں دیتا ہے، چونکہ عدد کا مخالف مفہوم نہیں ہے۔ یعنی نفی ماعدا نہیں کرتا ہے۔

کہتے ہیں یہ تمام عوالم خورشید، قمر زمینیں ماضی میں دھوئیں کی مانند تھے۔ جو کہ فضا میں منتشر تھے۔ تیز رفتاری باعث بنی کہ وہ آپس میں مل گئے۔

بہت سارے سورج جمع ہو گئے لاکھوں سالوں کے بعد ستارے ان سے جدا ہو گئے اور شمسی نظام وجود میں آئے: عطارد، زھرہ، زمین، مریخ مشتری، زحل، یورینس، نیپچون اور پلوٹو شاید کچھ اور ستارے بھی ہوں جو سورج کے گرد چکر لگاتے ہیں لیکن ابھی تک کشف نہیں ہوئے ہیں۔ (۲۶)

اس بنا پر سماوات سے مراد سات کواکب ہیں جو کہ اس زمانہ میں انسان کے دائرہ علم میں تھے۔ اور اس میں کوئی منافات نہیں ہے کہ انسان مزید سیارے کشف کرلے۔

لیکن جو چیز قابل اہمیت ہے وہ قرآنی تعبیریں ہیں قرآن حکیم آسمانوں کے بارے میں ایسی تعبیریں کرتا ہے کہ جو مذکورہ تاویلات سے مطابقت نہیں رکھتیں یعنی مجموعی طور پر ناقابل تطابق ہے۔

۱۔ مثلاً ''طرائق'' کی تعبیر

وَلَقَدخَلَقْنَا فَوقَكُم سَبْعَ طَرَآئِق وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلقِ غَافِلِيْنَ(۲۷)

ترجمہ :۔اور ہم نے تمہارے اوپر تہہ بہ تہہ سات آسمان بنائے ہیں اور ہم اپنی مخلوقات سے غافل نہیں ہیں۔

طرائق، طریقہ کی جمع ہے، یعنی مسیر و ممر (گزرنے کی جگہ، عبور و مرور کا راستہ) بلکہ بہتر یہ ہے کہ کہا جائے۔ مسیر کواکب اور ستارے کے سیاروں کے مدار قدیم وجدید علم فلکیات کے مطابق ہے کیونکہ قدیم علم فلکیات کے مطابق تمام افلاک، جو کہ کواکب کے مدار ہیں، وہ زمین کے گرداگرد واقع ہیں۔ اور جدید علم فلکیات کے مطابق تمام سورج کے گرد گھومتے ہیں۔ فزکس کے لحاظ سے زمین کے محیط سے باہر ہیں اور ظاہراً زمین کے اوپر ہیں۔

۲۔ ''طِباقاً''

'' اَلَّذِی خَلَقَ سَبْعَ سَمٰواتٍ طِبَاقاً '' (۲۸)

ترجمہ :وہی اللہ ہے کہ جس نے سات آسمان تہہ بہ تہہ پیدا کئے ہیں۔

'' خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰواتٍ طِبَاقاً '' (۲۹)

ترجمہ :اللہ نے سات آسمان تہہ بہ تہہ پیدا کئے۔

طباق، یعنی طبقہ بندی شدہ اس طرح کہ چند طبقہ والی عمارت کی مانند، برابر برابر اور ایک دوسرے کے مطابق ہے۔ اور یہ صورتِ حال زیادہ تر قدیم علم فلکیات کے مطابق ہے، جو کہ فلکیات کو پیاز کے چھلکوں کی مانند ایک دوسرے کے اوپر فرض کرتا ہے۔ لیکن قدیم علم فلکیات چونکہ باطل قرار دیا جاچکا ہے لہٰذا کوئی اور راستہ تلاش کرنا چاہیے۔

۳۔آسمان کی زینت روشن ستارے

'' وَ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيا بِمَصَابِيْحَ وَحِفْظاً ....'' (۳۰)

ترجمہ :اور ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں سے آراستہ کر دیا ہے اور محفوظ بھی بنادیا ہے۔

اس آیت کریمہ کی رو سے تمام ستارے جو قریب ہیں (جن میں روشن کہکشائیں بھی شامل ہیں) وہ تمام پہلے آسمان پر واقع ہیں اور زمین کے نزدیک ترین آسمان ہے۔ اس طرح یہ جدید وقدیم دونوں فرضیوں کے مطابق نہیں ہے۔

اسی طرح آیت کریمہ

" وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُوْراً " (۳۱)

ترجمہ :اور قمر کو ان میں نور قرار دیا۔

قمر آسمانوں کے اندر واقع ہے، اگر ان میں سے کسی ایک میں ہو تو بھی صدق کرتا ہے۔

۴۔آسمانوں اور زمین میں بہت سارے حیوانات موجود ہیں۔

"وَمِن آياتِه خَلْقُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرضِ وَمَابَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّة " (۳۲)

ترجمہ :اور اس کی نشانیوں میں سے ہے زمین وآسمان کی خلقت اور ان کے اندر چلنے والے جاندار ہیں۔

دونوں فرضیوں کی بناپر کسی بھی آسمان پر حیوان کا وجود نہیں ہے۔

۵۔سب سے اہم اعتراض جو کہ تاویلات مذکورہ پر کیا جاتا ہے وہ "عدد سبع" کا مسئلہ ہے۔ قرآن کا اس پر اصرار ہے اور یہ کوئی تقریبی عدد نہیں ہے بلکہ تحقیقی عدد ہے۔ قدیم علم فلکیات کے مطابق نو افلاک ہیں۔ لا محالہ فلک نمبر ۸ اور ۹ کو عرش وکرسی میں تاویل کیا ہے۔

جدید علم فلکیات کی رو سے فضا میں متحرک اجرام مخصوصاً خورشید کے گرد نو ستارے (سیار کوکب) کشف ہوئے ہیں۔

طنطاوی اس بارے میں لکھتے ہیں۔"قرآن نے وہی کہا ہے جو کہ اس زمانے میں عوام میں مشہور تھا اور آج اگر بشر نے نئے سیارے دریافت کئے ہیں تو یہ بات اس سے ٹکراؤ نہیں کھاتی ہے۔"(۳۳)

قرآن میں نو بار عدد پر تاکید کی گئی ہے۔

۱ .﴿وَبَنَينَا فَوقَكُم سَبْعاً شِدَاداً ﴾(۳٤)

اور تمہارے سروں پر سات مضبوط آسمان بنائے۔

۲ .﴿اَلَم تَرَوا كَيفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰاواتٍ طِبَاقاً﴾(۳٥)

کیا تم نے انہیں دیکھا کہ خدا نے کس طرح تہہ بہ تہہ سات آسمان بنائے ہیں

۳ .﴿ اَلّذِی خَلقَ سَبْعَ سَمٰاواتٍ طِبَاقاً﴾(۳٦)

اُسی نے سات آسمان تہہ بہ تہہ پید کیے۔

٤ . ﴿خَلَقَ سَبْعَ سَمٰاواتٍ وَمِنَ الْأرضِ مِثْلَهُنَّ﴾(۳۷)

وہی اللہ ہے کہ جس نے سات آسمان پیدا کئے۔

۵. ﴿ فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِي كُلِّ سَمَاءٍ اَمْرَهَا ﴾ (۳۸)

پھر اُن آسمانوں کو دو دن کے اندر سات آسمان بنا دیے اور ہر آسمان میں اسکے معاملہ کی وحی کر دی۔

٦. ﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَائِقَ ﴾ (۳۹)

اور ہم نے تمہارے اوپر تہہ بہ تہہ سات آسمان بنائے ہیں۔

۷. ﴿ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَاوَاتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ﴾ (۴۰)

ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کے سب اللہ کی تسبیح و تقدس بیان کرتے ہیں۔

۸. ﴿ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴾ (۴۱)

کہہ دو کہ ہر سات آسمانوں اور عرش عظیم کا رب کون ہے؟

۹. ﴿ ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَاءِ فَسَوّٰاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ ﴾ (۴۲)

پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور انہیں سات برابر آسمانوں میں کر دیا۔

اس اصرار کو جو کہ ادعیہ میں بھی ہے کسی صورت میں بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اور عدد کے عدم انحصار کی دلیل پر مسئلہ کو حل نہیں کیا جا سکتا! جو نظریہ قابل قبول ہے اور اکثر دانشمندوں جیسے استاد احمد امین بغدادی (۴۳) نے بھی اسے اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ قرآنی تفاسیر کی روشنی میں کہ جن میں کمی و بیشی ممکن نہیں ہے۔ آسمانوں سے مراد وہ وسیع و عریض فضائیں ہیں کہ جو اور لامتناہی اور لامحدود ہیں اور ایک کے بعد دوسری یعنی پے در پے ہیں کہ جس میں تمام شمسی نظام اور کہکشائیں واقع ہیں۔ اور یہ سب پہلے آسمان پر واقع ہیں۔ اور ہر آسمان خاص تدبیر کے ساتھ خداوند تعالیٰ کی جانب سے پہلے دن سے ہی متعین ہے۔

ضروری نہیں ہے کہ سماوات سبع کو سمجھنے کے لئے بطلیموس یا کیز نیک کو پڑھیں۔ ان کا قرآنی سماوات سبع سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ قدیم علم ہیئت باطل اور جدید درست ہے تو یہ بات اپنی جگہ پر درست ہے مگر اس کا قرآنی اصطلاح سموات سبع سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یعنی ان نظریات کی اچھائی یا برائی قرآنی نظریہ پر اثر انداز نہیں ہوتی۔

المختصر تمام آسمان ایک کے بعد دوسرا پے در پے لامحدود فضا میں واقع ہیں۔ فہم بشر، گزشتہ یا آئندہ، اسے درک کرے یا نہ کرے۔

اپنی رائے کو قرآن پر مسلط نہیں کرنا چاہیے۔ جہاں تک سمجھ آجائے اُس پر شکر ادا کریں اور جسکی سمجھ نہ آئے اُسے سمجھنے کے لئے خدا سے توفیق طلب کریں۔

حواشی

۱۔ سورہ فاطر' آیت ۴۱ ۲۔ سورہ فصلت آیت ۹ ۳۔ سورہ روم آیت ۲۵

۴۔ سورہ آل عمران آیت ۱۳۷ ۵۔ سورہ نساء آیت ۱۰۱

۶۔ سورہ اعراف آیت ۱۶۸ ۷۔ سورہ انفال آیت ۶۷

۸۔ سورہ یوسف آیت ۱۰۹ ۹۔ سورہ نحل آیت ۳۶

۱۰۔ سورہ اسراء آیت ۷۶ ۱۱۔ سورہ احزاب آیت ۲۷

۱۲۔ "مجمع البیان" ج ۸ ص ۳۵۱ ۱۳۔ سورہ رعد آیت ۴۱

۱۴۔ سورہ انبیاء آیت ۴۴ ۱۵۔ سورہ مائدہ آیت ۳۳

۱۶۔ "مجمع البیان" ج ۶ ص ۳۰۰ ۱۷۔ "مجمع البیان" ج ۷ ص ۴۹

۱۸۔ سورہ 'علق' آیت ۵ ۱۹۔ سورہ 'ھود' آیت ۶۱

۲۰۔ سورہ 'رعد' آیت ۱۷ ۲۱۔ سورہ 'نحل' آیت ۶۵

۲۲۔ سورہ 'حجر' آیت ۲۲ ۲۳۔ تشریح الافلاک

۲۴۔ التصریح فی شرح تشریح الافلاک، ۲۵۔ القضیۃ والاسلام (۱۷۸،۱۷۹)

۲۶۔ تفسیر "جواہر" ج ۱۷، ۴۹ ۲۷۔ سورہ "مؤمنون" آیت ۱۷

۲۸۔ سورہ 'ملک' آیت ۳ ۲۹۔ سورہ 'نوح' آیت ۱۵

۳۰۔ سورہ 'فصلت' آیت ۱۲ ۳۱۔ سورہ 'نوح' آیت ۱۶

۳۲۔ سورہ 'شوریٰ' آیت ۲۹ ۳۳۔ تفسیر "جواہر" ج ۱۱ ص ۹۸

۳۴۔ سورہ 'نباء' آیت ۱۲ ۳۵۔ سورہ 'نوح' آیت ۱۵

۳۶۔ سورہ 'ملک' آیت ۳ ۳۷۔ سورہ 'طلاق' آیت ۱۲

۳۸۔ سورہ 'فصلت' آیت ۱۲ ۳۹۔ سورہ 'مومنون' آیت ۱۷

۴۰۔ سورہ اسراء آیت ۴۴ ۴۱۔ سورہ مؤمنون آیت ۸۶ ۴۲۔ سورہ بقرہ آیت ۲۹

۴۳۔ میں نے اُن سے سُنا ہے شاید انھوں نے اپنی کسی تحریر میں بھی لکھا ہو۔